دینی مدارس کی رجسٹریشن کا آرڈیننس!!

وفاقی کابینہ نے گذشتہ دنوں پاکستان کے دینی مدارس کی رجسٹریشن کا ایک آرڈیننس منظور کیا ہے۔ جس کی رو سے تمام مدارس کو از سر نو وزارت داخلہ میں رجسٹریشن کرانا ہوگی۔ ادارے کی آمدن اور اخراجات کے گوشوارے پیش کرنا ہونگے۔ کوئی غیر ملکی امداد وصول نہیں کر سکے گا۔ اور نہ ہی غیر ملکی طلبہ کو داخلہ دے سکے گا۔ البتہ وزارت داخلہ جن طلبہ کو N.O.C. یا تعلیمی ویزہ جاری کردے اس کے ساتھ عصری مضامین جن میں انگریزی، ریاضی، سائنس، مطالعہ پاکستان نصاب کا لازمی حصہ ہونگے اور مدارس مدرسہ بورڈ میں رجسٹرڈ ہونگے انہیں مالی تعاون دیا جائے گا۔ کمپیوٹر کی تعلیم بھی نصاب کا حصہ ہوگی۔

ہم اس سے قبل متعدد بار ان کالموں میں بڑی صراحت کے ساتھ دینی مدارس کی حقیقت، ان کا تفصیلی تعارف، طریقہ کار، نظام تعلیم اور امتحانات پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ یہاں انہیں دھرانے کی ضرورت نہیں ہے البتہ چند ایک باتیں ایسی ہیں جن کا اعادہ از حد ضروری ہے۔ یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ کسی فلاحی ریاست کی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ رعایا کے تمام طبقوں کی ضرورتوں کا نہ صرف احساس کرے بلکہ اپنے وسائل سے انہیں پورا بھی کرے۔ جن میں بنیادی چیزیں تعلیم، صحت، امن وامان انصاف ہیں۔ اگر کوئی ریاست ان تقاضوں کو پورا نہیں کرتی تو اسے فلاحی ریاست کہلانے کا قطعاً حق نہیں۔ اور نہ ہی ایسے لوگوں کو ایوان اقتدار میں رہنے کا حق حاصل ہے۔ جو اپنے اقتدار کو طول دینے اور حکومت پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کیلئے تو سارے اقدامات کرے۔ اور ہر جائز ناجائز طریقہ اختیار کرے لیکن بنیادی حقوق کو سلب کرے۔

بالخصوص ایک ایسی ریاست جس کا وجود کسی خاص نظریے پر قائم ہو، اور وہ دنیا کے نقشے پر نظریاتی ملک تصور ہو اور اسے اسلامی جمہوریہ پاکستان کہا جائے ایسی صورت میں ایسی ریاست کی ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی ہیں۔ امر واقعہ ہے کہ پاکستان کا وجود اسلام سے وابستہ ہے، ہندا اس کی علیحدگی دو قومی نظریے کی بنیاد پر ہوئی۔ مسلمانوں کیلئے الگ خطہ حاصل کرنے کی سب سے بڑی دلیل بھی یہی ہے کہ مسلمان قوم کے عقائد ونظریات انکی تہذیب وثقافت بالکل الگ اور منفرد ہے۔ لہٰذا انہیں ان پر عمل کرنے کیلئے مکمل آزادی اور علیحدگی چاہئے۔ اس منطق کو نہ صرف عالمی سطح پر تسلیم کیا گیا بلکہ حکومت برطانیہ خود برصغیر کو تقسیم کرنے پر مجبور ہوئی اور اس طرح پاکستان معرض وجود میں آ گیا اور پوری دنیا نے اسے تسلیم کر لیا۔ لیکن اب اگر کوئی ناعاقبت اندیش اور غیر دانش مند آدمی پاکستان کی اصل بنیاد سے انکار کردے اور دو قومی نظریے کی نفی کرے تو حقیقت میں یہ پاکستان کے وجود کو تسلیم نہ کرنے کے مترادف ہے بلکہ یہ پاکستان کی ضرورت اس کی بقاء اور سالمیت کے خلاف ایک گھناؤنا قدم ہے اور وہ دشمنان پاکستان کے کام کو آسان کرتے ہوئے ان کے عزائم کی نہ صرف تائید وحمایت ہے بلکہ پاکستان کے وجود کو ختم کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ اب جبکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ پاکستان کا قیام ہی اسلامی عقائد ونظریات پر مبنی ہے اور اس کا دستور العمل قرآن وسنت ہے تو پھر اس کے عملی تقاضے بھی پورے ہونے چاہیں اور وطن عزیز میں سب سے زیادہ چرچا اسلامی نظام کا ہونا چاہئے اور پاکستان کے زیادہ تر وسائل اسلامی معاشرہ قائم کرنے اور دعوت دین میں صرف ہونے چاہیں تاکہ پاکستان حقیقت میں ایک مثالی فلاحی ریاست کا نمونہ ہوتی۔ لیکن پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی حکمرانوں نے اس کے اصل اہداف سے نظریں چرالیں پاکستان کا نصب العین ان کی ترجیح نہ رہا اور اول سے آخر ہر حکمران اسلام سے خوف زدہ ہونے لگا سیاسی مفادات کی خاطر اسلام کا نعرہ تو لگایا لیکن ایوان اقتدار میں داخل ہوتے ہی اسلام ان کے لئے شجر ممنوعہ بن گیا اور پاکستان کے آئین کو جمہوری بنانے میں تمام وسائل تو استعمال کئے لیکن اسے اسلامی نہ بنا سکے جس کے باعث پاکستانی معاشرہ اسلام سے دور ہوتا دکھائی دیتا ہے۔

ایسے میں پاکستان کے طول وعرض میں مقیم اکابر علماء نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا اور پاکستان کے قیام کے مقاصد کو اجاگر کرنے، ایک صحیح صالح معاشرہ قائم کرنے اور دعوت دین کا فریضہ سرانجام دینے کیلئے میدان میں اترے۔ اور نہایت خاموشی سے دینی مدارس قائم کئے تاکہ ایسے رجال کار تیار کئے جاسکیں جو وطن عزیز کی اصل اساس کو قائم رکھ سکیں اور اسلامی معاشرے کے قیام کیلئے اپنا کردار ادا کریں۔ حالانکہ یہ ذمہ داری حکمران طبقے کی تھی تاکہ اپنے دعویٰ اور وعدے کے مطابق پاکستان کو اسلامی ریاست کا درجہ حاصل ہو جاتا۔ اس ضمن میں تمام سرکاری وسائل استعمال کئے جاتے لیکن بسا آرزو کہ خاک شد ہر حکمران نے اپنے آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے برطانوی سامراج کے کالے قوانین کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ اسکے تحفظ کیلئے انہی کا مرتب کردہ نظام ونصاب تعلیم

جاری کیا آج تک پاکستان کے تمام سرکاری سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں وہی تعلیم ہے۔ لیکن اس کے مقابلے میں اسلامی علوم کی تعلیم و تدریس کا اہتمام کرنے کی توفیق کسی حکمران کو نہ ہوئی۔ حالانکہ یہ بھی مسلمانوں کی بنیادی ضرورتوں میں سے ایک اہم اور اولین ضرورت ہے جس کے ذریعے ایک اسلامی معاشرہ کی بنیاد بنتی ہے۔ خوشی اور غمی کے مواقع پر اسلامی طریق کار کی رہنمائی کا فریضہ وہی شخص سرانجام دے گا۔ جو دینی علوم سے بہرہ ور ہوگا اور امامت جیسا مقدس فریضہ دعوت دین کا پاکیزہ مشن بھی وہی سرانجام دے گا جو اسلامی علوم کا ماہر ہوگا۔ اب جبکہ سارا کام علماء کرام خود سرانجام دے رہے ہیں اور معاشرہ کے بعض قابل قدر طبقوں کے تعاون سے یہ کام بخیر وخوبی چل رہا ہے۔ اور دینی ضرورت پوری ہو رہی ہے اور اتنا بڑا یہ کام حکومت کے تعاون کے بغیر ہو رہا ہے تو اچانک حکومت کو ان کی فکر دامن گیر ہوئی اور بار بار ان غریب نادار لوگوں کا تذکرہ ذرائع ابلاغ میں ہونے لگا۔ صدر مملکت سے لیکر ادنیٰ اہلکار پریشان نظر آتا ہے۔ اور مدارس کی ترقی اور اسے قومی دھارے میں شامل کرنے کے لئے دن رات سوچ بچار ہو رہی ہے۔ اور بڑے دکھ اور کرب کیساتھ ان کی پسماندگی اور رجعت پسندی کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ حکومت مدارس کی اصلاح چاہتی ہے کیونکہ اس وقت پاکستان میں سب سے زیادہ خرابی اسی شعبے میں ہے باقی چونکہ سرکاری تحویل میں ہیں لہٰذا وہ سب درست ہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ زندگی کے تمام شعبوں میں اصلاح احوال کی بڑی گنجائش ہوتی ہے اور یہ ایک ضرورت بھی ہے پاکستان کے تمام دینی مدارس کسی نہ کسی مسلک کے وفاق یا تنظیم سے وابستہ ہیں جن کے ہاں ایسی کمیٹیاں موجود ہیں جو حالات پر نظر رکھے ہوئے ہیں اور ضرورت کے مطابق فوراً اصلاح احوال کی تجاویز مرتب کرتی ہیں اور اسی طرح نصاب میں حالات کے مطابق تبدیلیاں کی جاتی ہیں۔ جن کے بہترین نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ ہمیں اصلاحات سے قطعاً انکار نہیں لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اصلاح کی آڑ میں کہیں یہ ادارے اپنے اصل اہداف اور مقاصد سے دور نہ ہو جائیں ایسی اصلاحات کا کیا فائدہ؟ یہی وجہ ہے کہ اہل مدارس ان اصلاحات کی چنداں ضرورت محسوس نہیں کرتے بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سارے اقدامات مدارس کو دیگر امور میں الجھا کر ان کے اصل مقاصد سے دور کرنا ہے اسی لئے تمام مدارس کے اکابرین نے اس آرڈیننس کو مسترد کر دیا ہے۔ البتہ اگر یہ اصلاحات ۱۱ ستمبر سے پہلے کی جاتیں تو حالات اور تھے اب تو یہ بات ہر کس و ناکس محسوس کر رہا ہے کہ یہ کس کی ہدایت پر ہو رہا ہے کیونکہ امریکہ کے صدر صلیبی جنگ کی بات کر چکے ہیں یہ اسی کا تسلسل ہے انہیں معلوم ہے کہ مسلمان حکمران، لیڈر اور دینی یا سیاسی قائدین کو خرید لینا ذرا مشکل نہیں اصل مسئلہ ان مدارس کا ہے جہاں مسلمانوں کی فکری اور نظریاتی ذہن سازی کی جاتی ہے اور یہ مدارس دراصل اسلامی معاشرہ کے قیام میں کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں لہٰذا اب انکا بھرپور حملہ ان مدارس پر ہے لیکن اپنی کمینگی اور مکاری کی وجہ سے خود سامنے نہیں آتے۔ بلکہ انہیں مسلمان حکمران دستیاب ہیں جو ان کے ایجنڈے کی تکمیل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے۔ اور مدارس کے نظام میں نقب لگائیں گے تاکہ اسلامی اقدار کے یہ قلعے بھی مسمار ہو اللہ تعالیٰ نہ کرے بلکہ ہمیں پورا یقین ہے کہ یہ ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی ناکام ہونگے ان شاءاللہ۔ تدبر کی بات یہ ہے کہ حکومت اپنی نگرانی میں چلنے والے تعلیمی اداروں کا جائزہ کیوں نہیں لیتی؟ کیا اعیان بالا ان کی کارکردگی سے مطمئن ہیں اربوں روپے کے بجٹ سے چلنے والے یہ ادارے قوم کو کیا دے رہے ہیں۔ اس پر زیادہ تبصرہ کرنے کی بجائے اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ یہی لوگ اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں اور کروڑوں کے کرپشن کرتے ہیں جس پر انکوائریاں اور بعد میں سزاؤں اور جرمانوں کی نوبت آتی ہے۔ ان میں ایک بھی دینی مدرسہ کا فارغ التحصیل نہیں ہے وللہ الحمد۔ اس لئے ہماری مقتدر حلقوں سے التماس ہے کہ وہ ہٹ دھرمی کو چھوڑیں دینی مدارس سے خوف زدہ نہ ہوں انہیں کام کرنے دیں یہ کبھی بھی اپنے مقاصد سے انحراف نہیں کریں گے۔ وطن عزیز کی محبت اسلام سے عقیدت کا درس دیتے رہے ہیں اور اسلامی عقائد اور نظریہ کے مطابق اپنا مشن جاری رکھیں گے انشاءاللہ اور کبھی بھی منفی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لیتے اور نہ ہی لیں گے اس لئے حکومت نیا محاذ کھولنے کی بجائے باقی مسائل حل کرنے پر پوری توجہ کرے۔ اور اربوں روپے عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کرے۔ سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ حکومت میں پرائیوٹائزیشن کا عمل شروع ہے بڑے بڑے تعلیمی ادارے بھی نجی ملکیت میں دیئے جا رہے ہیں آخر مدارس پر حکومت کی یہ نوازشات کیوں اور سرکاری سرپرستی میں مدارس کا قیام چہ معنی دارد؟ وطن عزیز مشکل ترین حالات سے گزر رہا ہے بھارت جو کہ پاکستان کا ازلی دشمن ہے اپنی ساری فوجیں محاذ جنگ پر لے آیا ہے داخلی حالات ایسے ہیں کہ کوئی شخص حکومت پر اعتبار نہیں کرتا ایسے میں دینی مدارس کے خلاف حکومت کے یہ اقدامات درست نہیں یہ بات بھی معلوم ہے کہ حکومت وشمنان دین کو خوش کرنے کیلئے ایسے اقدامات کر رہی ہے۔ لیکن انہیں شرمندگی کے علاوہ کیا ملے گا اس لئے گذارش ہے کہ دینی مدارس کو تعلیم کے فروغ اور جہالت کے خلاف کام کرنے کی مکمل آزادی دی جائے اسی میں ہم سب کا بھلا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو شر سے محفوظ رکھے اور دشمنوں کے مکر وفریب سے بچائے آمین۔

لائبریری جامعہ سلفیہ کیلئے عظیم الشان عطیہ

مولانا عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ محتاج تعارف نہیں ہیں آپ کا شمار ممتاز علماء میں ہوتا تھا۔ زہد و تقویٰ اور علم و فضل میں آپ نمونہ سلف تھے فکر آخرت آپ کا خصوصی موضوع ہوا کرتا تھا۔ آپ علوم ادبیہ کے ماہر، بے مثال شاعر اور بے نظیر نثر نگار تھے متعدد منظوم کتابوں کے علاوہ کئی موضوعات پر تالیفات ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو شرف قبولیت سے نوازے آمین۔ آپ کی رحلت کے بعد آپ کے صاحبزادگان بالخصوص محترم عبیدالرحمٰن صاحب اور ثناء الحق نے آپ کا مثالی کتب خانہ جامعہ سلفیہ کو وقف کر دیا ہے تاکہ علماء اور طلبہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور صحیح معنوں میں صدقہ جاریہ بنے۔ ان کی تمام کتب جامعہ سلفیہ میں پہنچ چکی ہیں۔ ہم مولانا مرحوم کے تمام صاحبزادگان کے بے حد شکرگزار ہیں جنہوں نے کمال محبت سے یہ ضخیم کتب خانہ جامعہ کو وقف کیا اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے اور یہ کتب خانہ آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے اور دیگر اہل خانہ کو بھی اجر عظیم سے نوازے آمین۔